مارکیٹ قیمت پر اثرانداز ہونے والے عوامل اور حاکمانہ صوابدیدی اختیارات: ایک شرعی و تحقیقی جائزہ

The Factors Effecting on The Market Value & The Discretionary Powers: A Research Analysis in light of Shari'a

ڈاکٹر محمد زبیر[i] ڈاکٹر محمد نعیم[ii] ممتاز خان[iii]

Abstract

Islam is the religion of welfare of every living creature. In the list of all creatures, the human being possess an extraordinary position and prestige. It is a fact that all except him have been created for his service and comfort. This message has been transformed by the Creator, Allah almighty. Islam gives priority to human life to be full of peace, joy and comfort. It does not allow an individual nor a system to disturb the peace and happiness of human life. In our daily life, we come across many factors that are responsible of bringing the imbalance in human life. Some of them are related to social life and others are associated with economic sector. Islam has forbidden to use the illegal means for earning. It has banned the usury, bribery, adulteration and all other sources of corruption. To make its economy free from all these malpractices, it presents an alternate due and practicable moral and legal guideline. There are some factors that are involve in creating the imbalance in market values. These include Hoarding, Fetching the items in ways from the dealers and the fixation of Price. This article deals with these factors in detail. Moreover, it will explore the position of exercising the discretionary powers in light of Sharia.

Key Words: Market Value, Discretionary Powers, Shari'a Rulings

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

ii اسسٹنٹ پروفیسر آف شریعہ، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

iii پی ایچ ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

تعارف

اسلام خیر خواہی کا دین ہے جس کے اندر ہر مخلوق کے حقوق کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ تمام مخلوقات میں انسان کو افضل بنایا گیا ہے اور نتیجتاً ساری دنیا اس کی خدمت کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ دنیا کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے جس کا مطالبہ انسان ہی سے ہے۔ چنانچہ انفرادی اور اجتماعی دونوں صورتوں میں انسان اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے کا مکلف ہے۔ زندگی کو ہر لحاظ سے پرامن، خوشحال اور معیاری بنانا اسلام کی ترجیحات میں شامل ہے۔ روحانیت سے لے کر عبادات تک اور معاشرت سے لے کر معیشت تک ساری جہتوں کو مربوط بنانے اور ہر سطح پر مساوات کا فروغ چاہتا ہے۔ معاشیات زندگی کا ایک اہم شعبہ ہے جس کے استحکام کے لیے اسلام دوررس قانونی اور اخلاقی ضابطہ پیش کرتا ہے۔ دولت کے حصول کے ناجائز ذرائع کی روک تھام کرتا ہے اور ہر اس اقدام کی حوصلہ شکنی کرتا ہے جو دولت کے غیر منصفانہ تقسیم اور ارتکاز پر منتج ہوتا ہو۔ یہ نہیں چاہتا کہ دولت چند ہاتھوں میں محصور ہو کر دوسرے انسان اس کے فوائد سے محروم ہو جائیں۔ کئی عوامل ایسے موجود ہیں جو معاشی پہیے کے چکر میں بگاڑ پیدا کرتے ہیں اور قیمتوں کے اندر غیر معقول اتار چڑھاو کا سبب بنتے ہیں۔ جن میں تسعیر، تلقی جلب، ذخیرہ اندوزی اور دیگر کاروباری جرائم شامل ہیں۔ یہی عوامل نہ صرف زمانہ قدیم میں رائج تھے بلکہ عصر حاضر میں بھی نت نئی شکلوں کے ساتھ رونما ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان عوامل کا جائزہ لے کر درست اسلامی نقطہ نظر واضح کیا جائے۔ اس ہدف کو پانے کے لیے ان عوامل کا شرعی جائزہ لیا جائے گا جو اس حوالے سے ایک مفید علمی اضافہ ہوگا۔ تحقیقی مضمون درج ذیل مباحث شامل ہوں گے:

- مارکیٹ ریٹ پر اثر انداز ہونے والے مختلف عوامل کا تعارف
- ان عوامل کا شرعی جائزہ
- قیمتوں کی تعیین اور ان کو کنٹرول کرنے کے لیے حاکمانہ صوابدیدی اختیارات کا جائزہ

اسلام کے اندر زندگی گزارنے کے لیے دیرپا اصول پیش کیے گئے ہیں جس کا دائرہ انسان کی تہذیب نفس سے لے کر ایک اچھے گھریلو ماحول اور اس سے آگے عدل پر مبنی نظام قضاء و حکومت تک شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکیمانہ نظام ہست و بود میں دوسری مخلوقات کے علی الرغم انسان کو روزی کمانے اور اس کے لیے تگ و دو کرنے کی باقاعدہ ہدایت کی گئی ہے جس کے اندر انسان سے امتحان لینے کی حکمت مضمر ہے۔ سورۃ الملک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ [1]

"اور وہی اللہ ہے جس نے تمہارے زمین کو تابع کیا پس تم اس کے راستوں میں چلو پھرو اور اس کے رزق میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔"

اس آیت کریمہ کے مفہوم سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ سارا جہان مسخر کر دیا ہے۔ گویا کہ اس کو اس کے کندھوں پر سوار کیا ہے۔ کہ وہ اس زمین میں چل پھر کر اس کے سربستہ خزانوں کو تلاش کر کے کام میں لائے۔ اس قرآنی ہدایت کی روشنی میں ہر انسان کا یہ ایک بنیادی حق بنتا ہے کہ وہ اپنی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لیے آزادی کے ساتھ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے۔ اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو منفرد عقلی اور جسمانی قوتوں سے نوازا ہے اور ان صلاحیتوں کے مثبت انداز میں عملی شکل دینے کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے کسی بھی شخصی، نسلی یا طبقاتی اجارہ داری کو تسلیم نہیں کرتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے:

دعوا الناس يرزق الله بعضهم من بعض[2]

"لوگوں کو آزاد چھوڑ دو تا کہ اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ذریعے رزق پہنچائے۔"

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معاش کو لوگوں کے اندر تقسیم کیا ہے اور حاجتیں ایک دوسرے سے لگائی ہیں۔ نتیجتاً سب ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا[3]

"ہم نے ان کے اندر دنیوی زندگی کے اندر معیشت تقسیم کی ہے اور بعض کو بعض پر درجات میں فضیلت دی ہے تا کہ بعض دوسروں سے کام لیں۔"

دنیوی چیزوں سے زیادہ سے فائدہ اٹھانے اور انہیں کارآمد مقاصد استعمال کرنے کی ترغیبات دی گئیں ہیں۔ خصوصاً بنیادی پیداواری عامل زمین کو بنجر نہ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے: ارشاد نبوی ہے:

من أحيا أرضا ميتة فهي له[4]

"جس کسی نے بنجر زمین آباد کر لی (جو عام آبادی سے دور تھی) تو وہ اس کی ہے۔"

اسی طرح یہ اصول فقہی مصادر میں مذکور ہے کہ جو کوئی تین سال تک غیر اباد زمین کو افتادہ ہی رہنے دے تو وہ اس سے لی جائے گی اور کسی دوسرے کے حوالہ کی جائے گی[5]۔

اسلام دین فطرت ہے اور بندوں کے درمیان رزق میں تفاوت ایک فطری امر ہے تاہم اس میں ایسی بے لاگ مداخلت درست نہیں جو انسانوں کی معاشی تگ ودو کے راستے مسدود کرے۔ حصول رزق میں مساوات کے اصولوں پر عمل کیا جائے گا اور ہر کسی کو اس کے استعداد کار کو بروئے کار لانے کا بھرپور موقع فراہم کیا جائے گا۔ معاشی انصاف کا مفہوم بھی یہی ہے

کہ معاشرے کے اندر بسنے والے ہر فرد کی صلاحیتوں کا کھل کر اعتراف کیا جائے اور اس کے سامنے ایسی مصنوعی رکاوٹیں کھڑی نہ کی جائیں جس سے معاشی جدوجہد متاثر ہو جائے۔ اسلام حصول معاش کے لیے کی گئی ہر جدوجہد کو سراہتا ہے اور اسے سب سے پسندیدہ اور پاکیزہ رزق قرار دیتا ہے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سی روزی بہتر ہے؟ آپ علیہ السلام نے جواب ارشاد فرمایا:

عمل الرجل بیده وکل بیع مبرور[6]

"کسی بندے کا اپنے ہاتھ کی کمائی اور ہر جائز تجارت۔"

اسلام نے فرد اور جماعت کی الگ الگ حد بندیاں اور حقوق مقرر کی ہیں تاکہ انفرادی اور اجتماعی ملکیت ایک دوسرے پر منفی طور پر اثرانداز نہ ہوں۔ انفرادی اور اجتماعی مفادات میں انصاف، ہمدردی، عمومی مصالح، عزت نفس اور باہمی محبت جیسے محاسن پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ظلم، ناجائز منافع خوری، انسانی وقار کی پائمالی اور مال کی بنیاد پر طبقاتی تقسیم کا اس کے ہاں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ افرادی قوت کسی قوم کا بہت بڑا سرمایہ ہوتا ہے اور قوم کی ترقی کی سارا دارومدار اس قوت کے فعال کردار پر ہے۔ اقوام کی تقدیر افراد سے وابستہ ہے اور ان کی جدوجہد کے بل بوتے کوئی قوم عروج حاصل کرتی ہے۔ اسلام شخصی آزادی کی مشروط اجازت دیتا ہے تاہم یہی آزادی اگر اجتماعی مصلحتوں کے استحصال کا موجب ہو تو پھر اس کو قانونی لگام دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ایسی ریاستی مداخلت بھی درست قرار نہیں دیتا جو انفرادی مفادات اور انسانی ضمیر کے استقلال کو ختم کر دیتی ہو۔ ان دونوں انتہاؤں کے مابین اسلام عدل و توازن کی لکیر کھینچتا ہے جس پر عمل کر کے ایک دیرپا، مستحکم اور متوازن معاشی نظام قائم کیا جا سکتا ہے۔

کئی عوامل ایسے موجود ہیں جو اشیاء صرف کے نرخ کے توازن کو تہہ و بالا کر دیتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں مصنوعی مہنگائی ، اشیاء کی رسد میں کمی اور معیار کا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ ان اسباب و عوامل کا پس منظر بہت طویل ہے اور قدیم زمانے سے ان کا رواج رہا ہے۔ ان میں ذخیرہ اندوزی، بے لگام بازاری نرخ اور تلقی جلب وغیرہ شامل ہیں۔ ذیل کی سطور میں ان کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔

ذخیرہ اندوزی

ذخیرہ اندوزی کے لیے عربی میں احتکار اور انگریزی میں (Hoarding) کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ احتکار باب افتعال سے ہے۔ جس کا معنی اشیاء خوردنی کو جمع کرنا، روکنا اور محفوظ کرنا ہے۔ اس کے لیے لفظ حکرہ بروزن فعلۃ بھی اہل لغت کے ہاں معروف ہے[7]۔

احتکار کی شرعی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔ علامہ ابن سیدہ فرماتے ہیں:

جمع الطعام ونحوه مما يؤكل واحتباسه انتظار وقت الغلاء به[8]

"اشیاء خوردنی کو جمع کرنا اور ان کے مہنگیہونے کا انتظار کر کے ذخیرہ کرنا احتکار کہلاتا ہے۔"

امام جرجانی فرماتے ہیں:

الاحتكار، حبس الطعام للغلاء[9]

"احتکار خوراکی اشیاء کو نرخ کے لیے ذخیرہ کرنا ہے۔"

اذخار اور احتکار میں فرق

اذخار اور احتکار کے مابین کئی وجوہ سے فرق موجود ہے۔ مثلاً اذخار مطلق ذخیرہ کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے جب کہ احتکار کا اطلاق صرف خوراکی اشیاء کے ذخیرہ کرنے پر ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ عام حالات میں اذخار کی ممانعت نہیں ہے بلکہ بعض اوقات مطلوب ہوتا ہے جیسا کہ ضرورت کی خاطر اور آئندہ استعمال کرنے کی غرض سے مال جمع کرنا ہے۔ اس کے برعکس احتکار مال ذخیرہ کرنے کی وہ صورت ہے جو عوام کے لیے ضرر کا موجب بنتا ہے اور ناجائز ہے[10]۔

احتکار کی ممانعت کا ثبوت

احتکار کی حرمت شریعت کے اصلی مصادر سے ثابت ہے۔ جمہور فقہاء اس کے حرام ہونے پر متفق ہیں۔

قرآن مجید سے ممانعت کا ثبوت

سورۃ الحج میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ[11]

"اور جو کوئی اس جرم میں ظلم سے کجی کرنے کا ارادہ کرے تو ہم اسے دردناک سزا چھکا دیں گے۔"

اس آیت کریمہ میں مذکور الحاد کا ایک معنی حرم میں ذخیرہ اندوزی کر کے لوگوں کو تکلیف پہنچانا کیا گیا ہے۔

سنن ابی داؤد کی حدیث ملاحظہ ہو:

احتكار الطعام في الحرم إلحاد فيه[12]

"خوراک کا ذخیرہ کرنا حرم میں الحاد اور کج روی کرنا ہے۔"

حدیث نبوی میں احتکار کا ذکر

متعدد احادیث میں احتکار اور اس کے مرتکبین کی شناعت ذکر کی گئی ہے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے:

لا يحتكر إلا خاطئ[13]

"ذخیرہ اندوزی کرنا گناہ کار کا کام ہے۔"

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے یعنی یہ فعل گناہ کاروں کی عادت ہے جو نہایت قابل نفرت ہے۔

امام احمد اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں:

من احتكر طعاماً أربعين ليلةفقد برئ من الله وبرئ الله منه وأيُّما أهل عَرْصةبقعةبات فيهم امرؤ جائع فقد برئت منهم ذمة الله[14]

"جس کسی نے چالیس دن تک غلہ ذخیرہ کیا تو وہ اللہ تعالی سے اور اللہ تعالی اس سے بری ہے یعنی اس کا کوئی تعلق اللہ سے نہیں ہے۔ اسی طرح ہر وہ جگہ جہاں ایک شخص لوگوں کے اندر رہتے ہوئے بھوک سے مر گیا تو ان سے اللہ تعالی کا ذمہ بری ہے۔"

احتکار کی ممانعت کی حکمت

اسلام بندوں کی بہتر کفالت چاہتا ہے جو صرف اس صورت میں ممکن ہے جب ان کی بنیادی ضروریات بآسانی فراہم ہوں۔ کھانا پینا انسانوں اور حیوانوں کی بقاء کا لازمی عنصر ہے اور انہیں اس بنیادی ضرورت سے محروم رکھنا ان کی بقاء کے لیے ایک خطرہ ہے۔ جب مال و دولت کی بے پناہ ہوس اور مادیت کے پیچھے دوڑ انسان کو اندھا کر کے اس کے دل سے رحم کا جذبہ ختم کر دیتی ہے اور دولت کے پجاری بن کے اس کی ترجیحات کا محور اور زندگی کی غایت مال کو زیادہ سے زیادہ جمع کرنا ہی رہ جاتا ہے تو اس کے نتیجے میں حرام و حلال کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ کاروبار کی جتنی بھی ناجائز صورتیں ہیں ان سب کے اندر یہ قدر مشترک ہے کہ یہ دولت کو چند ہاتھوں میں محصور کر کے لوگوں کی اکثریت کو محروم کر کے انہیں فاقوں پر مجبور کرتی ہے۔ ذخیرہ اندوزی بھی ان کاروباری دھندوں میں سے ایک ہے جو اشیاء کی مصنوعی قلت پیدا کر کے صارفین کو تنگی سے دوچار کرتی ہے جو شریعت کے عمومی مصلحت کے خلاف ہے۔ اسی وجہ سے شریعت نے ذخیرہ اندوزی کو حرام کر کے اس کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے شدید وعیدیں سنائی ہیں اور حاکم وقت کو صوابدیدی اختیارات دی ہیں کہ وہ اس کی روک تھام کے لیے مؤثر اقدامات اٹھائے۔

احتکار کا تحقق

احتکار کی اتنی سنگینی کے ساتھ یہ واضح ہونا بھی ضروری ہے کہ احتکار کا حکم کب اور کن صورتوں میں لگے گا۔اس حوالے سے امام ابن قدامۃ المقدسیؒ فرماتے ہیں کہ احتکار کا تحقق تین شروط سے ہوتا ہے جن کی تفصیل اس طرح ہے:

أ. جب ذخیرہ کی ہوئی جنس تجارت کی غرض سے لی ہو۔اگر کسی کی اپنی زمینوں کی پیداوار ہو تو اس کو ذخیرہ کرنا احتکار میں داخل نہیں.

ب. ذخیرہ شدہ جنس کا تعلق اقوات سے ہو یعنی وہ انسانوں یا جانوروں کی ضروری خوراکی اجناس ہوں۔اس شرط سے وہ چیزیں احتکار کے زمرے سے نکل جاتی ہیں جو کھانے پینے کے بجائے عام استعمال کی اشیاء ہیں۔

ت. خوردنی اجناس کی رسد بازار میں کم ہو۔اگر رسد طلب سے زیادہ ہو تو اشیاء ذخیرہ کرنے پر اس حالت میں احتکار کا حکم نہ ہو گا[15]۔

درج بالا تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ احتکار میں خورد و نوش کی اشیاء کو اس نیت سے ذخیرہ کیا جاتا ہے کہ بازار میں ان کی طلب بڑھ جائے اور مصنوعی قلت پیدا کر کے صارفین پر مہنگے داموں فروخت کی جائیں۔

احتکار کی شرعی حیثیت

جمہور فقہاء کے نزدیک احتکار حرام ہے۔امام ابو حنیفہ اور امام شافعیؒ کے ہاں مکروہ تحریمی یعنی حرام کے قریب تر ہے۔صاحب الہدایہ فرماتے ہیں:

ويكره الاحتكار في أقوات الآدميين والبهائم إذا كان ذلك في بلد يضر الاحتكار بأهله[16]

"انسانوں اور حیوانوں کی خوراک کو ذخیرہ کرنا مکروہ ہے جب اس سے شہریوں کو ضرر پہنچتا ہو۔یہاں مکروہ کا لفظ مطلقًا استعمال ہوا ہے جو مکروہ تحریمی پر دلالت کرتا ہے۔"

فقہ حنفی کے مشہور فقیہ امام ابو بکر کاسانیؒ فرماتے ہیں:

يتعلق بالاحتكار أحكامنها الحرمة[17]

"احتکار کے ساتھ کئی احکام وابستہ ہیں جن میں سے ایک اس کا حرام ہونا ہے۔"

علامہ ابن حجر ہیثمیؒ نے احتکار کو کبائر میں ذکر کیا ہے جو اس کے حرام ہونے کی دلیل ہے[18]۔

احتکار کے سد باب کے اقدامات

احتکار سے بازاری نرخ اثر انداز ہو کر صارفین مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں۔اس لیے عمومی مصلحت کی بناء پر حاکم اس کی روک تھام کے لیے صوبدایدی اختیارات بروئے کار لا سکتا ہے۔فقہاء کرام نے اس مسئلہ کو اس طرح واضح کیا ہے۔

امام ابو بکر کاسانیؒ فرماتے ہیں:

ومنها أن يؤمر المحتكر بالبيع إزالة للظلم لكن إنما يؤمر ببيع ما فضل عن قوته وقوت أهله[19]

"احتکار کے احکام میں سے ایک یہ ہے کہ محتکر کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کی روزی کے سوا غلہ بیچ دے۔"

مزید فرماتے ہیں:

إذا خاف الإمام الهلاك على أهل المصر أخذ الطعام من المحتكرين وفرقه عليهم فإذا وجدوا ردوا عليهم مثله[20]

"جب حاکم یہ خطرہ محسوس کرے کہ ذخیرہ اندوزی کے نتیجے میں شہری ہلاک ہو رہے ہیں تو وہ محتکرین سے جبراً خوردنی اجناس لے کر ضرورت مندوں میں تقسیم کرے۔ اور جب متاثرین ادائیگی کے اہل ہو جائیں تو اخذ شدہ مقدار کے برابر غلہ مالکان کو واپس کریں۔"

فقہ مالکی کے فقیہ علامہ ابو عبداللہ طرابلسی فرماتے ہیں:

المحتكر يجبر على بيع طعامه[21]

"ذخیرہ اندوزی کرنے والے کو خوراک بیچ ڈالنے پر مجبور کیا جائے گا۔"

علامہ ماوردیؒ فرماتے ہیں:

فلما زجر عنالاحتكار كان للامام الزجر عليه والنهي عنه[22]

"جب احادیث میں احتکار کے نتائج سے ڈرایا گیا ہے تو امام کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس کے خلاف کرنے والوں کی سرزنش کرے اور اس کی روک تھام کرے۔"

تلقی جلب

مارکیٹ پر اثرانداز ہونے والا دوسرا عامل تلقی جلب ہے۔ یہ دو الفاظ کا مرکب ہے، تلقی اور جلب۔ تلقی کا معنی ہے وصول کرنا اور ملنا ہے۔ تلقی الضیوف کا مطلب ہے مہمانوں کا استقبال کرنا۔ جلب کا لغوی معنی ہے کھینچنا ہے۔ تلقی جلب کے لیے دوسرا لفظ تلقی رکبان (تجارتی قافلوں کے ساتھ راستے میں ملنا)[23]۔

علامہ ابن اثیر جزریؒ تلقی جلب کی وضاحت اس طرح کرتے ہیں:

هو أن يستقبل الحضريّ البدّوي قَبل وصوله إلى البلد ويخبره بكساد ما معه كذباً ليشتري منه سلعته بالوكسوأقل من ثمن المثل[24]

"تلقی جلب یہ ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے رستے میں آکر ملے اور شہر پہنچنے سے قبل اسے جھوٹی خبر دے کہ بازار میں مندی ہے اس غرض سے کہ اس سے یہ تجارتی سامان اصل قیمت سے کم پر خرید لے۔"

مقامی تاجروں کا قصد یہ ہوتا تھا کہ یہ مال مارکیٹ تک پہنچنے سے پہلے پہلے ہمارے ہاتھوں میں آجائے اور پھر انہیں جس طرح چاہیں

فروخت کریں۔ اس میں ایک طرف لوگوں کی مجبوری سے غلط فائدہ اٹھانا شامل تھا اور دوسری جانب مارکیٹ کے اندر اشیاء صرف کی شرح قیمت بڑھ جاتی۔ اس طرز عمل سے قیمتوں میں مصنوعی اتار چڑھاؤ پیدا ہو جاتا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کرنے سے منع فرمایا۔ صحیح مسلم کی روایت ہے:

لا يتلقى الركبان لبيع[25]

"تجارتی قافلوں سے کوئی اس غرض سے نہ ملے کہ ان سے اشیاء خریدے۔"

سنن ابی داؤد کی حدیث ہے:

نهى عن تلقي الجلب[26]

"رسول اللہ ﷺ نے تلقی جلب سے منع فرمایا۔"

فقہاء کرام نے ان روایات کی روشنی میں مزید وضاحت کی ہے۔ صاحب الہدایہ فرماتے ہیں:

هذا إذا لم يلبس المتلقي على التجار سعر البلدة فإن لبس فهو مكروه في الوجهين لأنه غادر بهم[27]

"اور جب تاجر قیمتوں میں التباس سے کام لیں اگر اس طرح کریں تو مکروہ ہے اس لیے کہ اس نے انہیں دھوکے میں ڈالا۔"

علامہ شامی سے مزید وضاحت اس طرح منقول ہے:

وهذا إذا كان يضر بأهل البلد أو يلبس السعر على الواردين لعدم علمهم به فيكره للضرر والغرر أما إذا انتفيا فلا يكره[28]

"اور تلقی جلب کا حکم تب ہو گا جب اہل بلد سے اس کو نقصان پہنچتا ہو یا اس سے آنے والوں پر عدم علم کی وجہ سے قیمت مشتبہ ہو جائے۔ اس صورت میں ضرر اور غرر کی وجہ سے کراہت کا حکم ہو گا۔ جب یہ دونوں نہ ہوں تو پھر مکروہ نہ ہو گا۔"

علامہ ابن رشد امام مالک کی رائے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ورأى أنه لا يجوز أن يشتري أحد سلعة حتى تدخل السوق، هذا إذا كان التلقي قريبا، فإن كان بعيدا فلا بأس به[29]

"امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ مارکیٹ میں داخل ہونے سے قبل سامان خریدنا جائز نہیں جب تجارتی قافلوں سے ملنا شہر کے مضافات میں ہو، بعید ہونے کی صورت میں کوئی مضائقہ نہیں۔"

فقہ شافعی کے محقق عالم علامہ ابو اسحاق شیرازیؒ فرماتے ہیں:

ويحرم تلقي الركبان ---لأن هذا تدليس وغرر فلم يحل[30]

"اور تلقی رکبان (قافلوں سے ملنا) حرام ہے۔ کیوں کہ اس طرح کرنے میں التباس اور غرر ہے اور اس وجہ سے جائز نہیں۔"

تلقی جلب کی صورت میں منعقد سودا کراہت کے ساتھ نافذ ہے اور غبن فاحش کی صورت میں بائع کو فسخ کا اختیار ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

فالبيع صحيح في قول الجميع[31]

"جمہور کی رائے میں تلقی رکبان کی بیع درست ہے۔"

مزید بیان کرتے ہیں کہ حدیث میں اس طرح کی عقد میں مشتری کے لیے خیار منقول ہے اور خیار عقد صحیح میں ہوتا ہے:

والخيار لا يكون إلا فى عقد صحيح ولان النهي لا لمعنى في البيع بل يعود إلى ضرب من الخديعة يمكن استدراكها باثبات الخيار[32]

"اور خیار عقد صحیح میں ہی ہوتا ہے اور حدیث میں منقول ممانعت بیع سے نہیں بلکہ دھوکہ کی ایک خاص صورت سے ہے جس کی تلافی خیار سے ممکن ہے۔"

تلقی جلب کے ساتھ یہ ممانعت بھی وارد ہے کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال بیچے۔ حدیث نبوی ہے:

لا يبع حاضر لباد[33]

"کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے۔"

اس کا طریقہ اس طرح تھا کہ عصر جاہلیت میں جب دیہات سے تعلق رکھنے والا کوئی تاجر اپنا سامانِ تجارت لے کر شہر پہنچ جاتا تو اس کا ارادہ یہ ہوتا تھا کہ سامان بیچ کر جلدی اپنے گھر واپس چلا جاؤں لیکن مقامی تاجر اس کے پاس آکر کہتے کہ اس وقت تم خود اس مال کو مت بیچو کیوں کہ ابھی بازار میں تیزی نہیں ہے اور قیمت کم لگے گی۔ لہذا اسے ہمارے حوالہ کرو ہم اسے چند دنوں بعد مہنگا بیچیں گے اور نفع زیادہ ہو جائے گا۔ اس میں دو طرح کے مفاسد پائے جاتے تھے۔ ایک یہ کہ اکثر یہ تاجر جھوٹ سے کام لیتے تھے۔ دوسرا یہ کہ رسد کی کمی کے نتیجے میں عوام کو چیزیں مہنگی ملتی تھیں۔ اس وجہ سے ناجائز ٹھہرایا گیا۔

تسعیر

تسعیر باب تفعیل سے ہے جس کا مطلب نرخ بندی ہے[34]۔ یہ بھی مارکیٹ قیمت پر اثر انداز ہوتا ہے اور اس کے استحکام اور عدم استحکام میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ نرخ بندی درست ہے یا نہیں؟

ایک رائے یہ ہے کہ نرخ کا تقرر اللہ تعالی کی جانب سے طے شدہ ہے اور اسی کی جانب سے اس میں کمی بیشی آتی ہے۔ ان کا استدلال وہ حدیث ہے جس میں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں نرخ بڑھ گئے تو انہوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ ہمارے لیے نرخ مقرر کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

إن الله هو المسعر القابض الباسط الرازق[35]

"تحقیق اللہ تعالیٰ ہی نرخ مقرر کرنے والے ہیں۔ وہی رزق میں تنگی بھی لاتے ہیں اور وہی فراخی لانے والے رازق ہیں۔"

اہل علم میں سے امام ابو حنیفہؒ اور امام مالک تسعیر کے قائل ہیں۔ان کے ہاں مصلحت اور مفاد عامہ کی خاطر نرخوں کی تحدید درست ہے۔ حدیث مبارکہ کا تعلق عمومی حالات سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور منشاء سے چیزوں کے نرخ مقرر ہوتے ہیں۔خاص حالت اس سے مستثنیٰ ہے جب لوگوں کی مجبوری سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے مصنوعی گرانی لائی جائے تو اس صورت میں تسعیر درست ہوگا[36]۔

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

إذا تعدى الارباب عن القيمة تعديا فاحشا فيسعر بمشورة أهل الرأي[37]

"جب تاجر اور مالدار لوگ مروج قیمت سے بہت زیادہ تجاوز کریں تو اہل رائے کے مشورہ سے نرخوں کی تحدید ہو سکتی ہے۔"

علامہ ابن قیمؒ کے موقف کا خلاصہ اس طرح ہے:

"تسعیر کی ایک قسم ظلم اور حرام ہے اور ایک جائز ہے۔جب یہ اشیاء کی ایسی بیع کو شامل ہو جس کی قیمت پر لوگ راضی نہ ہوں اور ان پر ظلم کا موجب ہو تو یہ ناجائز ہوگا۔اور اگر لوگوں کے مابین عدل اور انصاف کے قیام کا ضامن ہو تو یہ جائز ہوگا[38]۔"

یہی رائے امام شاہ ولی اللہؒ کی بھی ہے، آپ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ کی تسعیر کے بارے میں حکم صارفین اور تاجر طبقہ کے درمیان عدل قائم کرنے کی غرض سے ہے کہ وہ ایک دوسرے کو ضرر نہ پہنچائیں۔البتہ اگر ظلم کا وقوع ہو تو اس حالت کا ازالہ ضروری ہے۔یعنی امام موصوف بھی ضرورت کی بناء پر تسعیر کے قائل ہیں[39]۔"

تسعیر میں حکومتی اختیارات کا استعمال

عوامی مفاد کی خاطر حکومت وقت نرخ بندی کی مجاز ہے۔سیدنا عمر فاروق کے عہد خلافت میں ایک صحابیؓ مروج نرخ کے خلاف اپنا مال بک رہا تھا۔آپؓ نے اسے حکم دیا:

إما أن تزيد في السّعر وإما أن ترفع من سوقنا[40]

"تم یا بازاری قیمت کے مطابق فروخت کیا کرو یا پھر ہمارے بازار سے نکل جاؤ۔"

بیع میں ثمن کا تعین اگرچہ جانبین کی رضامندی پر موقوف ہوتا ہے تاہم اس میں غبن فاحش رکھنا اور ظلم کرنا درست

نہیں۔ پاکستان میں نرخوں کی تحدید کے لیے ایک باقاعدہ قانون موجود ہے جو Price Control Act 1977 کے نام سے معروف ہے۔ اس قانون کے اندر بھی قیمتوں کی تحدید سمیت ذخیرہ اندوزی اور نرخ نامہ کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے قانونی سزا مقرر کیا گیا ہے۔

خلاصہ بحث

درج بالا تحقیق کی روشنی میں یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اسلام عوام الناس کی مصلحتوں کا ہر حال میں لحاظ رکھتا ہے۔ اسی طرح معاشی نظام کے اندر کسی قسم کی ایسی غیر فطری مداخلت کو گوارا نہیں کرتا جو چند افراد کے فائدے جب کہ اکثریت کے نقصان کا موجب ہو۔ اس زمرے میں وہ عوامل بھی شمار ہوتے ہیں جو اشیاء صرف کی قیمتوں میں غیر فطری اتار چڑھاؤ کا سبب بنتے ہیں۔ اس تحقیقی مضمون میں ان عوامل کی نشاندہی کی گئی ہے اور تین عوامل، ذخیرہ اندوزی، تلقی جلب اور نرخ بندی پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ان کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے۔ اول الذکر "احتکار" کی مطلقاً ممانعت ہے اور اس کی حرمت متفق علیہ ہے۔ اسی طرح تلقی جلب اور من مانی نرخ مقرر کرنا جو عوام کے لیے کلفت اور تنگی کا سبب ہو، بھی ممنوع ہے۔ ان عوامل کے سد باب کے لیے سدّ الذریعہ اور مصلحت مرسلہ کے تحت حکام صوابدیدی اختیارات استعمال کر سکتے ہیں اور جس طرح مناسب ہو قانون شکن افراد کی سرزنش کر سکتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

1 سورۃ الملک 67: 15

2 امام مسلم، ابوعبداللہ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الطلاق (18) باب تحریم الحاضر لباد (6) حدیث 20-(1522) دار احیاء التراث العربی بیروت (س۔ن)

3 سورۃ الزخرف 43: 32

4 امام ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، کتاب الخراج والامارۃ والفیٔ، باب فی احیاء الموات، حدیث (3073)، المکتبۃ العصریۃ، بیروت (س۔ن)

5 امام کاسانی، ابو بکر، بن مسعود علاء الدین، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، 6: 194، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1406ھ/ 1986ء

6 ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبداللہ بن محمد، مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب البیوع والاقضیۃ، حدیث (23083) مکتبۃ الرشد ریاض، 1409ھ

7 ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب 4: 208، دار صادر، بیروت، 1414ھ

8 المرسی، ابوالحسن ابن سیدہ، المحکم والمحیط الاعظم 3: 83، دار الکتب العلمیہ، بیروت 1421ھ

9 امام جرجانی، علی بن محمد بن علی، التعریفات 1: 11، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1983ء

10 الموسوعۃ الفقہیہ 2: 90، وزارۃ الاوقاف، کویت 1404ھ

11 سورۃ الحج 22: 25

12 سنن ابی داؤد، کتاب المناسک باب حرم مکۃ، حدیث (2020)

13 صحیح مسلم کتاب الطلاق (18) باب تحریم الاحتکار فی الاقوات (26) حدیث 129-(1605)

14 امام احمد، احمد بن حنبل، مسند امام احمد بن حنبل، مسند المکثرین من الصحابۃ، مسند عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حدیث (4880) مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت 1421ھ/ 2001ء

15 ابن قدامۃ حنبلی، ابو محمد موفق الدین بن قدامہ، المغنی 4: 167، مکتبۃ القاہرۃ، 1388ھ/ 1968ء

16 مرغینانی، ابوالحسن برہان الدین علی بن ابی بکر، الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی، کتاب الکراہیۃ، فصل فی البیع 4: 377، دار احیاء التراث العربی، بیروت (س۔ن)

17 بدائع الصنائع 5: 129

18 ہیثمی، ابوالعباس شیخ الاسلام شہاب الدین، الزواجر عن اقتراف عن الکبائر 1: 389، دار الفکر، بیروت، 1407ھ/1987ء)

19 بدائع الصنائع 5: 129

20 نفس مصدر

21 طرابلسی، ابوعبداللہ محمد بن محمد، مواہب الجلیل شرح مختصر الخلیل 4: 255، دار الفکر، بیروت، 142ھ

22 الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن محمد، الحاوی الکبیر 5: 409، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1419ھ/1999ء

23 لسان العرب 15: 256

24 ابن اثیر جزری، ابوسعادات مبارک بن محمد، النہایہ فی غریب الاثر 4: 266، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت، 1399ھ

25 صحیح مسلم کتاب الطلاق (18) باب تحریم بیع الرجل علی بیع أخیه، وسومه علی سومه، وتحریم النجش، وتحریم التصریة (4) حدیث 11-(1515)

26 سنن ابی داؤد کتاب البیوع، حدیث (3437)

27 الہدایہ 4: 377

28 علامہ شامی، ابن عابدین، رد المختار علی ہامش الدر المختار 5: 102، دار الفکر، بیروت، 1412ھ

29 علامہ ابن رشد، ابوالولید، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد 3: 183، دار الحدیث، قاہرہ، 1425ھ/ 2004ء

30 شیرازی، علامہ ابواسحاق، المہذب 2: 63، دار الکتب العلمیۃ، بیروت (س۔ن)

31 المغنی 4: 165

32 نفس مصدر

33 صحیح بخاری، کتاب الشروط، حدیث (2723)

34 لسان العرب 4: 365

35 سنن ابی داؤد، کتاب البیوع، باب فی التسعیر، حدیث(3451)

36 الہدایۃ4: 378

37 الدر المختار1: 663

38 ابن قیم، محمد بن ابی بکر بن ایوب، الطرق الحکمیۃ1: 206، مکتبۃ دار البیان (س۔ن)

39 شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، حجۃ اللہ البالغۃ2: 301، دار احیاء العلوم، بیروت، 1413ھ

40 امام مالک، مالک بن انس، الموطا، کتاب البیوع، باب الْحُكْرَةُ، وَالتَّرَبُّصُ، حدیث(2399) مؤسسۃ زید بن سلطان النہیان ابو ظہبی، امارات، 1425ھ